نمبر ۷۸ | مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۳ء | یوم یکشنبہ | مطابق ۳ رمضان ۱۳۵۱ھ | جلد ۲۰

جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء کے اہم کوائف مختصر الفاظ میں

اللہ تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کا سالانہ جلسہ جس کی بنیاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالےٰ کے حکم کے ماتحت رکھی۔ ۲۶ر دسمبر بروز سوموار شروع ہو کر ۲۸ر دسمبر ۱۹۳۲ء بروز بدھ بخیر وخوبی انجام پذیر ہوا۔

موسمی حالت

اول تو کافی عرصہ سے کوئی بارش نہ ہونے کی وجہ سے ہی خطرہ تھا۔ کہ شاید جلسہ کے دنوں میں بارش کی وجہ سے انتظامی امور میں مشکلات پیدا ہو جائیں۔ دوسرے ۲۳ر و ۲۴ر دسمبر کی درمیانی شب قادیان میں جو بارش ہوئی۔ اس سے یہ خدشہ بہت بڑھ گیا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے باوجود ... تمام دن مطلع ابر آلود رہا۔ اور کسی قدر ترشح بھی ہوا۔ تمام دن جلسہ کی کارروائی پوری طرح سرانجام پذیر ہوئی۔ اور ۲۷۔ ۲۸ کو مطلع بالکل صاف رہا۔ اور موسم نہایت خوشگوار ہو گیا۔ لیکن جلسہ کے ختم ہونے کے بعد ۲۹ر کو پھر گہرا ابر چھا گیا۔

مہمانوں کی آمد

۲۳ر دسمبر کو چونکہ جمعہ تھا۔ اس لئے احباب کی کثیر تعداد اس دن پہونچ گئی۔ اور ۲۵ر کو تو اس قدر آمد تھی۔ کہ محکمہ ریلوے کو تین سپیشل گاڑیاں چلانی پڑیں۔ مہمانوں میں معزز غیر احمدی۔ اور تعلیم یافتہ ہندو سکھ۔ عیسائی۔ یورپین سب شامل تھے۔ جو بنگال۔ مالابار۔ بہار۔ یو۔ پی۔ حیدر آباد۔ صوبہ سرحد۔ کشمیر اور دیگر ریاستہائے ہندوستان سے تشریف لائے۔ علاوہ ازیں بیرون ہند بغداد۔ سیلون۔ سماٹرا۔ اور خوست علاقہ کابل سے بھی احباب بکثرت آئے۔

ریلوے کے انتظامات

محکمہ ریلوے نے حسب سابق اس سال بھی مسافروں کی آسائش۔ اور ان کو آرام پہونچانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ۲۲ر دسمبر سے ہی ریلوے ٹرینوں میں مزید بوگیاں لگا کر سفر کرنے والوں کے لئے بہت زیادہ گنجائش پیدا کر دی۔ ۲۵ر کو تین سپیشل گاڑیاں چلائی گئیں۔ اور ایک سپیشل ۲۶ر کو آئی۔ ٹریفک انسپکٹر صاحب حلقہ امرتسر کے علاوہ ڈویژنل ٹرانسپورٹ آفیسر خود موقعہ پر موجود رہے۔ ان کے علاوہ ماتحت عملہ میں بھی بہت سا اضافہ کر دیا گیا۔ جس نے اپنے فرائض ادا کرنے کی پوری کوشش کی۔ اور ہر طرح سے مہمانوں کو آرام پہونچایا۔ سٹیشن پر رات کے وقت روشنی اور صفائی وغیرہ کا نہایت اعلےٰ انتظام تھا۔ اس انتظام کے لئے بھی بہت سے زائد آدمی مقرر تھے۔ اور عام کے نئے ریلوے سب انسپکٹر پولیس حلقہ بٹالہ بھی موجود تھے پولیس نے بھی نگرانی وغیرہ کے کام میں حصہ لیا۔ ریلوے کے ذمہ افسروں کی طرف سے ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ اس قدر کثیر ہجوم کے باوجود انہوں نے کوئی ایک بھی ایسا احمدی نہیں پایا۔ جس نے

بلا ٹکٹ سفر کیا ہو۔ اور اگر کسی وجہ سے کسی کا ٹکٹ گم ہو گیا۔ یا کثرتِ ہجوم کے باعث وہ بٹالہ یا امرتسر سے خرید نہ سکا۔ تو اس نے خود بخود ملازمین ریلوے کے پاس جا کر کرایہ ادا کر دیا۔

جلسہ گاہ

جلسہ گاہ امسال بھی سابق مقام پر ہی تعمیر کی گئی تھی جس کا رقبہ ۱۳۰ × ۱۲۰ فٹ تھا۔ اس کے چاروں طرف ۱۵ سیڑھیوں کی گیلریاں تھیں۔ جلسہ گاہ گذشتہ سال سے ۲ × ۲ فٹ زیادہ وسیع تھی۔ مگر باوجود اس کے پھر بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی تقریروں کے وقت جگہ کی تنگی محسوس ہوئی۔ اور احباب کو سمٹ کر بیٹھنے کے لئے کہنا پڑا۔ خواتین کے جلسہ کے لئے جو جگہ تجویز کی گئی تھی۔ وہ تو نہایت ہی ناکافی ثابت ہوئی۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تقریر کے وقت جگہ کی قلت اور بکثرت مہمان خواتین کو جلسہ گاہ سے باہر کھڑے دیکھ کر یہ ارشاد فرما دیا۔ کہ جلسہ گاہ سے قادیان کی عورتیں چلی جائیں۔ اور اسطرح مہمان خواتین کے لئے جگہ نکالیں اس پر کئی سو عورتوں کو جلسہ گاہ سے بصد حسرت واپس جانا پڑا۔ جلسہ گاہ کا سامان شہتیریاں وغیرہ گذشتہ سالوں میں کرایہ پر لینی پڑتی تھیں۔ اور اس طرح ہر سال ایک بڑی رقم خرچ ہوتی تھی۔ اب کے تمام سامان اپنا خرید کردہ تھا۔ جو انشاء اللہ آئندہ ہر سال کام آیا کرے گا۔

مہمانوں کی تعداد

اس وقت تک جلسہ میں شریک ہونے والوں کو شمار کرنے کا کوئی انتظام نہیں۔ صرف خوراک کی پرچیوں سے یہ اندازہ کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ۲۷ کی شام کو مہمانوں کی تعداد ۲۰۷۵۲ تھی۔ جو گذشتہ سال کے جلسہ سالانہ کی اسی تاریخ کو ۱۸۷۷۶ تھی۔ لیکن یہ کسی صورت میں بھی مکمل نہیں سمجھی جا سکتی۔ جلسہ گاہ کی گنجائش کو دیکھتے ہوئے مہمانوں کی تعداد کا اندازہ بیس ہزار سے زیادہ کا ہے۔ مہمانوں کی تعداد میں اس دفعہ بہت زیادہ اضافہ ہونے کا ثبوت اس سے بھی ملتا ہے۔ کہ جو کمرے پہلے معمول کے مطابق مختلف جماعتوں کے لئے مقرر تھے۔ وہ اس دفعہ قطعاً ناکافی ثابت ہوئے۔ کیونکہ بفضلِ خدا ہر جماعت کے احباب پہلے کی نسبت بہت زیادہ آئے۔ ڈیڑھ سو کے قریب پرائیویٹ قیام گاہوں میں مہمانوں کو ٹھیرایا گیا۔ باوجود گذشتہ سال کی نسبت اب کے مہمانوں کے لئے زیادہ مکانات مہیا تھے۔ جن میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی نو تعمیر کوٹھی بھی شامل تھی۔ پھر بھی مہمانوں کے مقابلہ میں مکانوں کی قلت تکلیف دہ ثابت ہوئی۔

حسنِ انتظام

باوجودیکہ مہمانوں کی بڑی کثرت تھی۔ اور سخت سردی کے دن تھے۔ لیکن کارکنوں نے سخت مشقت اٹھا کر مہمانوں کے لئے ہر طرح آرام و آسائش کا سامان مہیا کیا۔ اور انہیں حتی الامکان کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دی۔ علے الصباح جلسہ کی کارروائی شروع ہونے سے پیشتر اتنے بڑے ہجوم کو نہایت عمدگی کے ساتھ کھانا کھلا دیا جاتا۔ اسی طرح رات کو بھی جلد سے جلد ہر ایک قیام گاہ پر کھانا پہونچا دیا جاتا۔ جس کے لئے سب کارکنان شکریہ کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالےٰ انہیں جزائے خیر دے۔

افسوسناک حادثات

یہ اللہ تعالےٰ کا خاص فضل ہے۔ کہ اس قدر کثیر ہجوم کے موقعہ پر کوئی ناگوار حادثہ پیش نہ آیا۔ لیکن جلسہ سے قبل دو نہایت افسوسناک واقعات پیش آئے۔ ایک تو ۲۴ دسمبر کی شام کو موضع اٹھوال ضلع گورداسپور کے حافظ نظام الدین صاحب جو کہ نابینا تھے۔ اپنی اہلیہ راج بی بی صاحبہ کے ساتھ جلسہ میں شمولیت کی غرض سے بٹالہ کی طرف آ رہے تھے۔ کہ بٹالہ اسٹیشن کے قریب ایک شنٹنگ انجن کی جھپٹ میں آ گئے۔ حافظ صاحب کی اہلیہ صاحبہ تو وہیں فوت ہو گئیں۔ اور وہ خود ہسپتال میں جا کر فوت ہوئے۔ لاشیں قادیان منگوائی گئیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا۔ اور وہ انہیں کپڑوں میں جو وہ پہنے ہوئے تھے۔ بغیر غسل و کفن کے بہشتی مقبرہ میں دفن کئے گئے۔

حافظ صاحب مرحوم نہایت مخلص احمدی تھے۔ اور دونوں میاں بیوی موصی تھے۔ احباب ان کی مغفرت کے لئے دعا کریں۔

۲۵ دسمبر کو حضرت صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب کا صاحبزادہ فاروق احمد بعمر اڑھائی سال بعارضہ انفلوانزا چند روز بیمار رہ کر فوت ہو گیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے جنازہ پڑھایا۔ اسی دن میاں فضل دین صاحب درزی گوجرانوالہ کی لاش بھی راولپنڈی سے لائی گئی تھی۔ جس کا حضور نے جنازہ پڑھایا۔ اور لاش کو مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا۔

انتظامِ جلسہ

افسر جلسہ جناب میر محمد اسحاق صاحب ناظر ضیافت تھے۔ اور ان کے مددگار اندرونِ شہر جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری بی۔ اے۔ اور بیرونِ شہر جناب مولوی محمد دین صاحب بی۔ اے تھے۔ پھر آگے ان کے ماتحت ہر صیغہ کے انتظام کے لئے علیحدہ علیحدہ افسر مقرر تھے۔ حضرت میاں بشیر احمد صاحب ایم۔ اے۔ اور جناب مولوی عبد الرحیم صاحب درد ایم۔ اے نائب افسر جلسہ تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ سے ملاقات کا انتظام شیخ یوسف علی صاحب بی۔ اے پرائیویٹ سکرٹری کے سپرد تھا۔ اور حضور کو ہجوم کے ریلے سے محفوظ رکھنے۔ اور آنے جانے میں سہولت بہم پہونچانے کے انتظامات کے انچارج شیخ رفیع الدین صاحب سب انسپکٹر پولیس علاقہ سندھ تھے۔ مہمانوں کو بالعموم صبح کے وقت دال روٹی۔ اور شام کو گوشت روٹی دی جاتی تھی۔ لیکن اس کے علاوہ ہر شخص کے حالات اور ضروریات کے مطابق بھی انتظام کیا جاتا تھا۔

حضرت اقدس کی مصروفیت

۲۴ دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے بنفس نفیس تمام انتظامات جلسہ کا معائنہ فرمایا۔ اور مفید ہدایات دیں۔ ۲۶ دسمبر کی صبح سے ملاقات شروع ہوئی اور حضور عام طور پر صبح ۷½ بجے سے ۹½ بجے تک اور پھر رات کے تین بجے تک باوجود روزانہ نہایت مفصل اور جامع تقریر فرمانے کے احباب سے ملاقات میں مصروف رہے۔ تمام امور کی تفصیلی رپورٹ روزانہ حضور کی خدمت میں پیش کی جاتی۔ اور حضور اس کے متعلق مناسب ہدایات نافذ فرماتے۔

بیعت

بیعت کرنے والوں کی تعداد ۲۹ کی صبح تک ۳۶۰ تھی۔ عورتوں کی بیعت اس کے علاوہ ہے۔ ان کی تعداد معلوم نہیں ہو سکی

پروگرام میں تبدیلی

حالات پیش آمدہ کے ماتحت پروگرام میں معمولی سی تبدیلی بھی کرنی پڑی۔ ناظر صاحب ضیافت چونکہ انتظاماتِ جلسہ میں بے حد مصروف تھے۔ اس لئے ان کی طرف سے مولوی عبد السلام صاحب عمرؓ ابن حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔

۲۶ دسمبر کو بالشویزم اور اسلام کے موضوع پر جناب مولوی عبد الرحیم صاحب نیر کے بجائے جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم۔ اے نے تقریر کی۔

۲۸ دسمبر کو ملک عبد الرحمٰن صاحب خادم بی۔ اے گجراتی کی تقریر تھی۔ لیکن ان کی جگہ قاضی محمد نذیر صاحب نائب ناظر نے تقریر کی۔

طبی امداد

انتظامات کے سلسلہ میں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ نور ہسپتال میں دن رات طبی امداد کا انتظام تھا۔ اس کے علاوہ بورڈنگ تحریک احمدیہ اور ہائی سکول میں بھی ضرورت مند احباب کے لئے طبی امداد مہیا کرنے کا انتظام موجود تھا۔

(باقی دیکھو صفحہ ۱۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الفضل

نمبر ۷۸ | قادیان دار الامان مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۳ء | جلد ۲۰

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء کے موقعہ پر

۲۶ دسمبر ۱۹۳۲ء جلسہ سالانہ کا افتتاح فرماتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے حسب ذیل تقریر فرمائی:-

تشہد اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

برادران! السَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ وَرَحۡمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

بہترین افتتاحیہ

تو وہی ہے۔ جس سے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کو شروع کیا۔ اور جس کا نام خود اُس نے

سورۂ فاتحہ

رکھا۔ اس سے بہتر کوئی افتتاحی کلام نہیں ہوسکتا۔ اور اس سے بہتر کوئی

جامع دُعا

نہیں ہوسکتی۔ اس کے مطالب اتنے وسیع اور اس کے اندر مخفی اسرار اتنے لا تعداد ہیں۔ کہ

انسانی ذہن

ان کا اندازہ ہی نہیں کرسکتا۔ وُہ ابد الآباد تک کی ترقیات جو بہتر سے بہتر انسان کے لئے نبیوں کے لئے ہی نہیں۔ بلکہ

تمیول کے سرداکے لئے

مقرر ہیں۔ وُہ بھی اس سورۂ فاتحہ کے اندر آجاتی ہیں۔ کیونکہ انسانی سلوک کے انتہائی منازل اور ان کے متعلق ضروری ہدایات ساری کی ساری ان مختصر سی سات آیات میں اللہ تعالیٰ نے رکھدی ہیں۔ پس سورۂ فاتحہ کو میں اس جلسہ کے افتتاح کے لئے پڑھتا۔ اور

اللہ تعالیٰ سے دُعا

کرتا ہوں۔ کہ وُہ افتتاحیہ جو اس کی طرف سے عطا ہوا ہے۔ اس کے اندر جو ضروری ہدایات ہمارے متعلق ہیں۔ ان کو پورا کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ اور ان کے جواب میں جو اہم وعدے ہیں۔

اس کا فضل محض رحمت سے وُہ وعدے پورے کردے ؛ ہم لوگ جس

بے سروسامانی

کے ساتھ آج کل اس جگہ پر جمع ہوتے ہیں۔ دُنیا داروں کی نگاہوں میں وُہ ترقی کی علامت نہیں۔ ہمارے کمروں اور جلسہ گاہ میں بچھی ہوئی کسیر کو دیکھ کر۔ ہمارے کھلے ہوئے سٹیج کو دیکھ کر۔ ہمارے ان شہتیروں کو دیکھ کر جن کا نام ہم بنچ رکھ لیتے ہیں۔ وُہ ہم پر مسکراتے اور کہتے ہیں۔ یہ ہے وُہ جماعت۔ جو دُنیا کو خدا کے لئے فتح کرنے کے لئے کھڑی ہوئی ہے۔ مگر ہماری حالت کے متعلق ان کی ہنسی ویسی ہی ہے۔ جیسی عبد اللہ بن ابی لیلیٰ کے ساتھ کوفہ والوں نے کی تھی۔

کوفہ کے لوگ

بعض اسباب کی وجہ سے فتنہ کی طرف مائل ہوجاتے۔ اور جلد جلد اپنے گورنر بدلوانے کے لئے عرضیاں دینے لگ جاتے۔ بعض صحابہ نے حضرت عمر رضہ سے کہا بھی۔ کہ یہ لوگ شرارت کرتے ہیں۔ ان کی بات نہ مانی جائے۔ مگر انہوں نے فرمایا۔ جب ان کو اپنے حاکموں پر تسلی نہیں ہوتی۔ تو ہم بدل دیں گے۔ مگر اب کے ایسا حاکم بھیجا جائے گا۔ جس کے بدلنے کی وُہ کوشش نہ کریں گے۔ انہوں نے

عبد الرحمن بن ابی لیلےٰ

کو گورنر بناکر بھیجا۔ ان کا ذکر اگرچہ مسلمانوں کی کتابوں میں کم آتا ہے لیکن ولایت میں ان کی خاص شہرت ہے۔ وہاں کی ریڈروں میں قاضی ان کا نام آتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب ان کو گورنر مقرر کیا تو ان کی عمر ۱۹-۲۰ سال کے قریب تھی جب وُہ گئے۔ اور کوفہ کے لوگوں کو معلوم ہوا۔ کہ ایک نوجوان لڑکا گورنر مقرر ہوکر آرہا ہے۔ تو انہوں نے کہا۔ گر بہ کشتن روز اول پر عمل کرنا چاہیئے۔ اور پہلے ہی دن ایسی خبر لینی چاہیئے۔ کہ اسے پتہ لگ جائے۔ کہ کوفہ والوں پر حکومت کرنا آسان نہیں۔ اس بات کو مدنظر رکھ کر انہوں نے ایک بڑا جلوس تیار کیا۔ جو کوفہ سے ایک منزل آگے جاکر ان سے ملا۔ اس میں انہوں نے اپنے

بڑے بڑے عمائدین

اور سرداروں کو شامل کیا۔ جنہوں نے بڑی بڑی جنگوں میں حصہ لیا تھا۔ انہوں نے بڑے مظاہرہ کے ساتھ ان کو پیش کیا۔ اور بڑی تعظیم کے ساتھ ان کا نام لیتے۔ اور بڑے ادب سے انہیں سلام کرتے۔ جس سے مطلب یہ تھا۔ کہ ایسے بڑے بڑے سردار ہم میں ہیں۔ ان کے مقابلہ میں تمہاری کیا حیثیت ہے۔ کہ ہم پر حکومت کرسکو۔ انہوں نے تجویز یہ کی۔ کہ مجلس میں عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے عمر پوچھیں۔ اور اس طرح انہیں مرعوب کریں۔ آخر جب دربار لگا۔ تو ایک شخص جس کو اس بات کے لئے مقرر کیا گیا تھا اس نے پوچھا۔ آپ کی عمر کیا ہے۔ عبد الرحمٰن ان کی بات سمجھ گئے۔ انہوں نے کہا۔ میری عمر پوچھتے ہو۔ میری عمر جب رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

اسامہ بن زید

کو لشکر شام کا سردار مقرر کیا تھا۔ جس میں ابوبکر رضہ۔ اور عمر رضہ بھی شامل تھے۔ اس وقت ان کی جو عُمر تھی۔ اس سے دو سال زیادہ ہے۔ اسامہ کی عُمر اس وقت ۱۷-۱۸ سال کی تھی۔ اس طرح انہوں نے بتایا۔ کہ اگر تمہیں یہ گھمنڈ ہو۔ کہ تم میں بڑے بڑے آدمی ہیں۔ اور میں نوجوان ہوں۔ تو یاد رکھو۔ حضرت ابوبکر رضہ اور حضرت عمر رضہ سے بڑے لوگ تم میں نہیں ہیں۔ اور اگر یہ خیال ہو۔ کہ میں اتنی

چھوٹی عُمر

کا انسان انتظام کس طرح کروں گا۔ تو سُن لو۔ اسی طرح کرونگا۔ جس طرح اسامہ بن زید نے کیا تھا۔ اس بات کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اسی وقت سے ان لوگوں نے فیصلہ کرلیا ہے۔ کہ جب تک یہ گورنر ہے۔ اس وقت تک مخالفت میں کچھ نہ کیا جائے؛

تو جو عبد الرحمن بن ابی لیلےٰ نے جواب دیا تھا۔ وہی میں اس وقت دُونگا۔ بے شک

ہماری موجودہ حالت

کمزوری اور ناتوانی کی حالت ہے۔ اور دُنیا جن کو زینت کے سامان سمجھتی ہے۔ وُہ ہمارے پاس نہیں ہیں۔ لیکن ہماری جماعت کی کمزوری کی جو حالت ہے۔ اس سے زیادہ کمزور حالت اس وقت تھی۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ نے

فتوحات کے وعدے

دیئے ۔ اور اس سے زیادہ کمزوری ان مجالس میں پائی جاتی تھی ۔ جن میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو فتح کرنے کا ذکر فرمایا کرتے تھے ۔ اس حالت کا نقشہ

ایک فرانسیسی مصنف

نے نہایت ہی عجیب رنگ میں کھینچا ہے ۔ وہ لکھتا ہے ۔ میں مذہب کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا ۔ اور نہ کسی مذہب کو مانتا ہوں ۔ مگر جب میں ایک بات پر غور کرتا ہوں ۔ تو میرا دل کہتا ہے ۔ کہ خدا ہے ۔ اور ضرور ہے ۔ وہ بات یہ ہے ۔ کہ آج سے تیرہ سو سال پہلے ایک چھوٹی سی کچی مسجد میں جس پر کھجور کی شاخوں کی چھت پڑی تھی ۔ اور ایسی چھت کہ ذرا پانی برسنے پر پانی اندر آجاتا ۔ اور جب وہ لوگ نماز پڑھتے ۔ تو کیچڑ میں سجدے کرتے ۔ ان کے لباس کی یہ حالت تھی ۔ کہ کسی کے پاس اگر کرتہ ہے ۔ تو پاجامہ نہیں ۔ اور اگر پاجامہ ہے ۔ تو کرتہ نہیں ۔ سامان جنگ سے بھی بالکل تہیدست ہیں ۔ ایسی حالت میں

ایک باوقار انسان

کہ وہ بھی اُن ہی جیسا لباس پہنے ہوئے ہے ۔ ان میں بیٹھا ہے اور نہایت سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کر رہا ہے ۔ سننے والے لوگوں کی یہ حالت ہے ۔ کہ گویا وہ کوئی ایسی بات سُن رہے ہیں ۔ جو

مستقبل قریب

سے تعلق رکھتی ہے ۔ وہ بات جب میں سنتا ہوں ۔ تو وہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں کو فتح کرنے کا ذکر ہے ۔ جب میں یہ نقشہ دیکھتا ہوں ۔ تو ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ کہ خدا ہے ۔ اور ضرور ہے اس وقت ان کو پاگل سمجھا جاتا ۔ مگر وہ قیصر و کسریٰ کی حکومتوں پر قابض ہو گئے ۔ اور جو باتیں وہ نہایت کمزوری اور بے سرو سامانی کی حالت میں کرتے تھے ۔ وہ پوری ہو گئیں ؞

وہی وعدے خدا تعالےٰ نے اب پھر دوہرائے ہیں خدا تعالےٰ فرماتا ہے ۔ هو الذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم اٰیٰته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین و اٰخرین منهم لما یلحقوا بهم وهو العزیز الحکیم ؕ

وہی خدا جس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں وعدے کئے ۔ اسی نے

اس زمانہ میں پھر وعدے

کئے ہیں ۔ اور ان وعدوں میں یلحقوا بهم کو بھی شامل کر لیا ہے ۔ ہم یہاں اسی یقین اور وثوق سے جمع ہوتے ہیں ۔ اور اسی یقین سے جمع ہونا چاہیئے ۔ آپ لوگوں میں سے

کوئی فرد یہ خیال نہ کرے

کہ یہاں آنا معمولی بات ہے ۔ اور یہ مجلس دُنیا کی مجالس کی طرح معمولی مجلس ہے ۔ کیونکہ یہ خیال کرنے والا شخص خدا تعالےٰ کے وعدوں پر ایمان نہیں رکھتا ۔ اور وہ مومن نہیں ہو سکتا ۔ جو یہ یقین نہ رکھے ۔ کہ ہم یہاں

نئی زمین اور نیا آسمان

بنانے کے لئے جمع ہوتے ہیں ۔ یاد رکھو ۔ تم وہ بیج ہو جس سے ایسا عظیم الشان درخت اُگنے والا ہے ۔ جس کے سایہ میں تمام دُنیا آرام پائے گی ۔ تمہارے قلوب وہ زمین ہیں ۔ جس سے

خدا تعالےٰ کی معرفت کا پودا

پھوٹنے والا ہے ۔ اگر دُنیا یہ بات نہیں دیکھ سکتی ۔ تو وہ اندھی ہے اور اگر خدا کے وعدوں کو نہیں سنتی ۔ تو بہری ہے ۔ مگر تم نے خدا تعالےٰ کے وعدوں کو سُنا ۔ اور ان کو پورے ہوتے دیکھا تم میں سے ہر فرد جس نے خدا کے مسیح کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ خواہ براہ راست کی ۔ خواہ خلفاء کے ذریعہ ۔ وہ آدم ہے ۔ جس سے آئندہ نئی نسلیں چلیں گی ۔ تم خدا کی وہ خاص زمین ہو ۔ جس پر اس کی رحمت کی بارش برسے گی ۔ تمہیں خدا تعالےٰ وہ درخت بنائے گا ۔ جس کے سایہ میں ہر سعید بیٹھے گا ۔ اور جو تم کو چھوڑیگا وہ نہ دُنیا میں آرام پائے گا ۔ نہ آخرت میں ؞

پس تمہارا کام معمولی کام نہیں ۔ تم اللہ تعالےٰ پر توکل رکھ کر اور دُعا کر کے شروع کرو ۔ اس چھوٹے سے اجتماع کو اس اجتماع کو جسے بارش کی چند بوندوں کے سامنے سر چھپانے کی جگہ نہیں ۔ (جس وقت حضور یہ فرما رہے تھے ۔ اس وقت مطلع اس طرح ابر آلود تھا ۔ کہ بارش برسنے کو تھی ۔ لیکن جلسہ گاہ جلسے میدان میں بالکل غیر مسقف تھی ۔) خدا تعالےٰ نے

دنیا کی نجات کا موجب

بنایا ہے ۔ نادان ہنستے ہیں ۔ کہ ہم نے جو کی نقل [illegible] ئی ہے مگر خدا جسے چاہتا ہے بلند کرتا ہے ۔ اور جسے چاہتا ہے ۔ گراتا ہے ۔ عزت اور ذلت اسی کے ہاتھ میں ہے ۔ دُنیا کی ہنسی ہمیں بے دل نہیں کر سکتی ۔ اور دُنیا کا تمسخر ہماری ہمتوں کو پست نہیں کر سکتا ۔ اللہ تعالےٰ نے ہمیں چنا ہے ۔ اور جب تک ہم اپنے آپ کو اس کے فضل کے مستحق رکھینگے اس کا فضل ہم پر نازل ہوتا رہے گا ۔ اسی کے فضل سے وہ بنیاد جو اس وقت بہت کمزور نظر آتی ہے ۔ اس پر

عظیم الشان عمارت

تعمیر ہوگی ۔ ایسی عظیم الشان کہ ساری دُنیا اس کے اندر آجائیگی اور جو لوگ باہر رہیں گے ۔ ان کی کوئی حیثیت نہ ہوگی ۔ جیسا کہ خدا تعالےٰ سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے ۔ کہ ایسے لوگوں کی حیثیت چوہڑے چماروں کی سی ہوگی ؞

پس آؤ ہم دُعا کریں ۔ کہ خدا تعالےٰ ان وعدوں کو پورا کرے ۔ جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کئے ۔ اور دُعا کریں ۔ کہ

خدا تعالےٰ کا جلوہ

ہمارے سامنے ہے ۔ خدا تعالےٰ ہر موقعہ پر ہماری مدد کرے ۔ وہ جس کی پیٹھ پر خدا تعالےٰ کا ہاتھ ہوتا ہے ۔ وہ کامیاب ہوتا ہے ۔ اور جس کے آگے خدا کی تلوار ہوتی ہے ۔ وہ کاٹا جاتا ہے ۔ پس آؤ ہم دُعا کریں ۔ کہ خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت کا ہاتھ ہماری پیٹھ پر ہو ۔ وہ اپنی رحمتیں جلد ہم پر نازل کرے ۔ اور ہماری کمزوریاں دُور کر کے ہمارے دلوں کو ایسا مضبوط بنا دے ۔ جیسے پہاڑ ہوتے ہیں ۔ تاکہ

دُنیا کی تمام شرارتیں

ہمارے ایمانوں کو ہلا نہ سکیں ۔ پھر خدا تعالےٰ کی رحمتیں اس رنگ میں ہم پر نازل ہوں ۔ کہ وہ ان کمزوریوں کو دُور کر دیں ۔ جو ہمیں نظر نہیں آتیں ۔ اور ان کو بھی دُور کر دے ۔ جو ہمارے دُشمنوں کو نظر آتی ہیں ۔ پھر ان کو بھی دُور کر دے ۔ جو ہمیں بھی نظر آتی ہیں ۔

خدا کا نُور

ہمارے آگے ۔ پیچھے ۔ ہمارے دائیں ۔ بائیں ۔ ہمارے اُوپر نیچے ہو ۔ اس کے نُور سے ہمارے اجسام روشن ہوں ۔ ہم اس کے چاند بن جائیں ۔ جن سے دُنیا میں روشنی ہو ۔ ہم اس کے ستارے بن جائیں ۔ جن سے دُنیا کو ہدایت اور رہنمائی ملے ۔ اے خدا تو ایسا ہی کر ؞

اس کے بعد حضور نے تمام مجمع سمیت ہاتھ اُٹھا کر دُعا کی ۔

جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا افسوسناک انتقال

۲۸ ر دسمبر کو دورانِ جلسہ سالانہ میں جب یہ خبر سُنی گئی ۔ کہ جناب خواجہ کمال الدین صاحب کا انتقال ہو گیا ہے ۔ تو اس پر بہت افسوس کا اظہار کیا گیا ۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ نے اپنی تقریر میں خواجہ صاحب مرحوم کے لئے دعاء مغفرت کرنے کا ارشاد فرماتے ہوئے کہا اگرچہ خواجہ صاحب نے میری بہت مخالفتیں کیں ۔ لیکن انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت خدمات بھی کی ہیں ۔ اس وجہ سے ان کی موت کی خبر سنتے ہی میں نے کہدیا ۔ کہ انہوں نے میری جتنی مخالفت کی وہ میں نے سب معاف کی ۔ خدا تعالےٰ بھی ان کو معاف کرے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جن بندوں کو خدا تعالےٰ کھینچ کر اپنے ماموروں کے پاس لاتا ہے [illegible] سکتا ہے ۔ کہ غلطیاں بھی ہوں ۔ لیکن خوبیاں بھی ہوتی ہیں ۔ ہمیں ان کی قدر کرنی چاہیئے ۔ میں سمجھتا ہوں ۔ خلافت کا انکار بڑی خطا [illegible] نے اسے بڑا گناہ قرار دیا ہے ۔ مگر جہاں تک تعلق ہے ۔ ہمیں معاف [illegible] خدا تعالےٰ کے نزدیک اگر ایسے شخص کی نیکیاں بڑھی ہوئی ہونگی ۔ تو [illegible] بہتر سلوک کرے گا ؞ ان الفاظ سے معلوم ہو سکتا [illegible]

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نظم

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اپنے محبوب سے عشق

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی یہ نظم ۲۷ دسمبر حضور کی تقریر سے قبل ایک صاحب خادم حسین صاحب نے خوش الحانی سے پڑھ کر سنائی۔ آج کل پھر مخالفین میں جوش پیدا ہوا ہے۔ اور پھر لوگ احمدیوں کو تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ مولوی ظفر علی صاحب کا اعلان ہے۔ اور احرار کا بھی۔ کہ احمدیوں کو پیس کر رکھ دیں گے۔ یہ نظم ان حالات کو مدنظر رکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرانے صحابہ کی طرف سے لکھی گئی ہے۔ عاشق صادق کو جب محبوب سے روکنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس کے خیالات اور بھی زیادہ اپنے محبوب کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور عشق کا جنون اور بھی ترقی کرتا ہے۔ اسی امر کے اظہار کے لئے یہ نظم کہی گئی

چھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ
کسی کی یاد میں میں ہو رہا ہوں دیوانہ

زمانہ گزرا کہ دیکھیں نہیں وہ مست آنکھیں
کہ جن کو دیکھ کے میں ہوگیا تھا مستانہ

وہ شمع رو کہ جسے دیکھ کر ہزاروں شمع
بھڑک اٹھی تھیں بسوزِ ہزار پروانہ

وہ جس کے چہرہ سے ظاہر تھا نورِ ربانی
ملک کو بھی جو بناتا تھا اپنا دیوانہ

کہاں ہے وہ کہ ملوں آنکھیں اسکے تلووں سے
کہاں ہے وہ کہ گردں اس پہ مثلِ پروانہ

وہ صحبتیں کہ نئی زندگی دلاتی تھیں
وہ آج میرے لئے کیوں بنی ہیں افسانہ

وہ یار جس کی محبت پہ ناز تھا مجھ کو
کوئی بتاؤ کہ کیوں ہو رہا ہے بیگانہ

جو کوئی روک تھی اس کو یہاں پہ آنے میں
بلا لیا نہ وہیں کیوں نہ اپنا دیوانہ

نہ چھیڑ دشمنِ ناداں نہ چھیڑ کہتا ہوں
چھلک رہا ہے مرے غم کا آج پیمانہ

تری نصیحتیں بیکار تیرے مکر فضول
یہ چھیڑ جا کے کسی اور جا پہ افسانہ

چھڑائے گا بھلا کیا دل سے میرے یاد اسکی
تو اور مجھ کو بناتا ہے اس کا دیوانہ

نہ تیرے ظلم سے ٹوٹے گا رشتۂ الفت
نہ طمع مجھ کو بنائے گی اس سے بیگانہ

ہے تیری سعی دلیلِ حماقتِ مطلق
ہے تیری جد و جہد ایک فعلِ طفلانہ

ترا خیال کدھر ہے یہ سوچ اے ناداں
رہا ہے دور کبھی شمع سے بھی پروانہ

حدیثِ مدرسہ و خانقاہ مگو بخدا
فتاد بر سرِ حافظ ہوائے میخانہ

نظارت ضیافت کی طرف سے خطبہ استقبالیہ

۲۶ دسمبر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر کے بعد جناب ناظر صاحب ضیافت کی طرف سے حسب ذیل خطبہ استقبالیہ مولوی عبد السلام صاحب عمر نے پڑھ کر سنایا۔

برادران کرام۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

شکر خدا

سب سے پہلے میں خداوند تبارک وتعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے محض اپنے فضل سے ہم سب کو جو اس وقت یہاں موجود ہیں۔ اس مقدس سرزمین میں اس سال پھر جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ ہم ان عظیم الشان فوائد سے متمتع ہوں جن کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسہ کی بنیاد رکھی۔

خیر مقدم

اس کے بعد میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اور تمام اہالیان قادیان کی طرف سے آپ کا خیر مقدم کرتا اور دلی مسرت اور خلوص سے اھلاً وسھلاً ومرحبًا عرض کرتا ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہر لحاظ سے ہمارے اس اجتماع کو خیر و برکت کا موجب بنائے۔ آمین

نہ آنے والے اصحاب سے متعلق

اس کے ساتھ ہی میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ ہمارا دلی ان بھائیوں کے لئے بے حد غمگین ہے۔ جو بعد مسافت۔ خرابی صحت یا سامان سفر میسر نہ آنے کی وجہ سے یا دیگر موانع کے باعث باوجود دل میں تڑپ اور حقیقی خواہش رکھنے کے اس موقعہ پر تشریف نہیں لا سکے۔ ہم ایسے تمام اصحاب کی طرف جلسہ میں شامل ہونے والے اصحاب کی خدمت میں گذارش کرتے ہیں کہ وہ انہیں اپنی خاص دعاؤں میں یاد رکھیں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ان پر بھی رحم فرمائے اور ان کی مشکلات کو دور کر کے انہیں بھی آئندہ اس بابرکت اجتماع میں شرکت کی توفیق عطا کرے۔

بے نظیر اجتماع

حضرات! دنیا میں بے شمار جلسے اور اجتماع ہوتے رہتے ہیں لیکن ہم جہاں تک اپنی نگاہ کو دوڑاتے ہیں۔ ہمیں دنیا میں کوئی بھی ایسا اجتماع نظر نہیں آتا جس کو ہم کسی رنگ میں بھی اس جلسہ سے تشبیہ دے سکیں یہی ایک ایسا اجتماع ہے جس کی غرض یہ ہے کہ اس مادہ پرستی کے دور میں جبکہ مخلوق اپنے خالق سے بہت دور جا پڑی ہے جن خوش قسمت لوگوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہے۔ اور جنہوں نے خداوند تعالےٰ کے برگزیدہ نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آواز پر لبیک کہی ہے پھر اس کے سچے جانشین اور خدا تعالےٰ کے مقرر کردہ خلیفہ کے ہاتھ پر اس عہد کو استوار کیا ہے وہ تمام اس مقدس سرزمین میں جمع ہوں اور ان عظیم الشان فیوض اور برکات سے بہرہ اندوز ہوں جن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ ؎

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر قلبی راحت اور خوشی حاصل کریں ایسے زمانہ میں جبکہ ماں جائے بھائی اور قریبی رشتہ داروں میں حقیقی اتحاد اور مودت مفقود ہے پھر دنیا میں وہی نظارہ پیش کریں۔ جو آج سے تیرہ سو سال قبل حضرت رسول پاک نبی امی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں دنیا نے دیکھا۔ کہ وہ قوم جو صدیوں سے خانہ جنگیوں کا شکار رہ چکی تھی اور جہاں ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر لوگ ایک دوسرے کا سر تن سے جدا کر دیتے تھے جب وہ اس مقدس ہاتھ پر جمع ہوئے تو پھر وہ ایسے شیر و شکر ہو گئے کہ دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

مودت اور ہمدردی کا عہد

پس اس بات کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ اس اجتماع کی ایک بہت بڑی غرض یہ بھی ہے۔ کہ اس میں شامل ہونے والے ایک دوسرے سے تعارف حاصل کر کے سچی مودت اور ایک دوسرے کے ساتھ حقیقی ہمدردی کا عملی عہد باندھیں۔ اور پورے طور پر یہ بات ان کے دلوں پر نقش ہو جائے۔ کہ اس سلسلہ کا ہر فرد خدا تعالیٰ کی قائم کردہ عمارت کی ایک اینٹ ہے جس طرح ایک خوبصورت عمارت کو نقص والی ایک اینٹ بدنما کر دیتی ہے۔ اسی طرح کمزور افراد کا اثر بھی اس پاک عمارت پر پڑتا ہے۔ اس لئے اپنے کمزور اور درماندہ بھائیوں کی امداد کرنا آپ کا اہم فرض ہے۔

سالانہ اجتماع کی شان

احباب کرام! آپ کو ہزار ہزار مبارک ہو کہ آج آپ یہاں محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے جمع ہوئے ہیں۔ اور آپ کا اجتماع دنیا کے ان اجتماعوں کی طرح نہیں۔ جہاں لوگ محض سیر و تفریح اور کھیل و تماشہ کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ آپ اس سخت سردی کے موسم میں تکلیف اٹھا کر محض اس لئے جمع ہوئے ہیں۔ تا دنیا میں خدا تعالیٰ کا نام بلند ہو۔ اور دنیا اس حسین ترین چہرہ کو دیکھ سکے جس کے آگے دنیا کے تمام حسن ماند ہیں یعنی حضرت سیدنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے دوستو! اس مقدس اجتماع پر ملائکۃ اللہ رحمت خداوندی کے پھول برسا رہے ہیں۔

مسلمانوں کی حالت

حضرات! آج دنیائے اسلام جس نازک دور میں سے گذر رہی ہے آپ لوگ اس سے ناواقف نہیں۔ وہ اسلامی حکومتیں جن پر مسلمانوں کو ناز تھا۔ ایک ایک کر کے دم توڑ چکی ہیں اور جو باقی ہیں وہ اسلام سے اس قدر بیگانہ ہیں کہ ان کی حالت پر رحم آتا ہے آج ہر ایک ہوشمند انسان اس بات کو سمجھ رہا ہے کہ اگر مسلمانوں نے جلد سے جلد اپنی حالت کو نہ بدلا۔ تو شاید ہندوستان میں بھی ان کا وہی حشر ہو جو سپین کی سرزمین میں ہوا۔ اس لئے آپ کو یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیئے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کے مامور کو قبول کر کے ایک بہت بڑی ذمہ واری اپنے سر لی ہے اور اب مسلمانوں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کو بچانا آپ کا فرض ہے۔ پس آپ کو چاہیئے کہ آپ اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے پوری توجہ اور شوق سے تمام تقاریر سنیں۔ اور یہاں مسلمانوں کی دینی و دنیوی اصلاح کے متعلق جو کچھ بتایا جائے۔ اسے اپنے ذہنوں میں محفوظ کر کے پھر اس سے کام لیں۔

مبلغین جامعہ احمدیہ کے منعقدہ جلسے

قبل ازیں ذکر کیا جا چکا ہے کہ جامعہ احمدیہ کی جماعت مبلغین نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اجازت سے جلسہ پر آنے والے معزز مہمانوں کی علمی ضیافت کے لئے ۲۲ تا ۲۵ دسمبر مختلف اوقات میں جلسوں کا انتظام کیا جس میں متعدد لیکچراروں نے مختلف مضامین پر لیکچر دئے۔ ۲۴ دسمبر کے پہلے اجلاس تک کی رپورٹ پہلے شائع ہو چکی ہے۔ بعد کی کوائف اب ہدیہ ناظرین کئے جاتے ہیں۔ ۲۴ دسمبر ۷½ بجے شام دوسرا اجلاس جناب قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور کی صدارت میں منعقد ہوا۔ شیخ عبد القادر صاحب جامعہ نے اجرائے نبوت اور مولوی عبد الغفور صاحب نے اسمہٗ احمد والی پیشگوئی پر روشنی ڈالی۔ بعد ازاں جناب مفتی محمد صادق صاحب نے ذکر حبیب پر دلچسپ تقریر فرمائی جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبارک زندگی کے بعض واقعات سے سامعین کو محظوظ کیا۔

۲۵ دسمبر پہلا اجلاس مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ کی صدارت میں ۹½ بجے صبح شروع ہوا۔ مولوی احمد خان صاحب جامعہ نے ختم نبوت کی حقیقت پر۔ مولوی غلام حسین صاحب نے

حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کا ایک نشان

مولوی ثناء اللہ صاحب اور "آخری فیصلہ" کا اعلان

مولوی ثناء اللہ صاحب نے "مخلصانہ درخواست بخدمت میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان اور مولوی محمد علی صاحب لاہور" کے عنوان سے ایک اعلان حال میں شائع کیا۔ جس کے جواب میں حسب ذیل اشتہار جلسہ سالانہ کے ایام میں جناب ناظر صاحب دعوت و تبلیغ کی طرف سے شائع کرکے امرتسر وغیرہ میں تقسیم کرا دیا گیا۔ (ایڈیٹر)

باخبر حضرات سے مخفی نہیں۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ بیسیوں اشتہار ٹریکٹ اور رسالے حضور کی تکذیب میں لکھے۔ جن میں انواع و اقسام کے اعتراضات کئے۔ اور اپنے اخبار اہلحدیث کو بھی احمدیت کی مخالفت کے لئے وقف کر دیا۔ مگر آج مولوی صاحب مذکور ان تمام اعتراضات کی رکاکت اور کمزوری کا اعتراف کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ اپنے ایک اشتہار "مخلصانہ درخواست" میں لکھتے ہیں:۔

"جہاں تک مجھے معلوم ہے۔ جمہور مسلمانوں کو مرزا صاحب کے اس اعلان سے سخت روک واقع ہو رہی ہے، جس کا نام ہے "آخری فیصلہ" جمہور مسلمان اس کو بد دعا مرزا صاحب فیصلہ الٰہی جان کر احمدیت سے مستفیض نہیں ہوتے۔ یہی ایک پتھر ہے۔ جو احمدیت کے راستہ میں گرا ہوا ہے" (مورخہ ۱۹ شعبان ۱۳۵۱ھ)

خط کشیدہ الفاظ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام لا نبقی لک من المخزیات ذکراً کی صداقت کا ایک چمکتا ہوا ثبوت ہیں۔ چنانچہ آج مولوی صاحب نے اپنے تمام سابقہ اعتراضات و الزامات کو جو انہوں نے اپنی متعدد تحریروں میں کئے تھے۔ ان سب کو کمزور سمجھ کر لکھ دیا۔ کہ یہی آخری فیصلہ مسلمانوں کے لئے احمدیت میں داخل ہونے سے روک ہے۔ اور صرف اس روک کے دور ہونے سے احمدیت پھیل سکتی ہے۔ ہم مولوی صاحب کے ممنون ہیں۔ کہ انہوں نے باقی سب اعتراضات کو غلط تسلیم کر لیا ہے۔ اب رہا یہ سوال کہ یہ اعتراض جو مولوی صاحب نے پیش کیا ہے، درست ہے یا نہیں۔ تو ہم انہیں بتاتے ہیں کہ واقعات اس کو بھی غلط ثابت کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو وہ ہزارہا انسان جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد احمدی ہو چکے ہیں۔ اور ہر سال ہوتے ہیں۔ احمدی نہ ہوتے۔ اور بقول مولوی ظفر علی خان جماعت احمدیہ ایک مضبوط تناور درخت* کی طرح نظر نہ آتی جس کی شاخیں ایک طرف یورپ میں اور دوسری طرف امریکہ افریقہ شام فلسطین و مصر وغیرہ میں پھیلی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔

دوسرے اگر یہ فیصلہ واقعی روک ہوتا۔ تو اس کی فکر سب سے پہلے ہمیں ہونا چاہیے تھی۔ نہ کہ مولوی صاحب کو۔ پس مولوی صاحب کا اس مسئلہ پر بحث کی خواہش کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے۔ کہ یہ کوئی روک نہیں۔

لیکن باوجود اس کے ہم مولوی صاحب کی اس "مخلصانہ درخواست" کو منظور کرتے ہیں۔ اگر وہ اپنے اس قول کا ثبوت دیدیں کہ اس روک کے دور ہونے پر جمہور مسلمان احمدیت کو قبول کر لیں گے جمہور مسلمان نہ سہی۔ مولوی صاحب امرتسر اور لاہور کے تمام شرفاء سے جو علم دوست اور انصاف پسند ہوں۔ ان سے اس امر کا اشتہار دلوا دیں۔ کہ مولوی صاحب کی پیشکردہ روک کے دور ہونے پر ہم سب احمدی ہو جائیں گے۔ تو ہم مولوی صاحب کی تجویز کردہ مجلس بھی منعقد کر لیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر مولوی صاحب کو صرف تحریری مناظرہ کرنا ہی مقصود ہے۔ تو اس کے لئے خدا کے فضل سے بہت سے احمدی علماء تیار ہیں۔ مولوی صاحب میدان میں آئیں۔ المشتہر سید زین العابدین ولی اللہ شاہ ناظر دعوۃ و تبلیغ قادیان

* مولوی ظفر علی خان صاحب ۹ اکتوبر ۱۹۳۲ء کے زمیندار میں جماعت احمدیہ کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ یہ ایک تناور درخت ہو چلا ہے۔ جس کی شاخیں ایک طرف چین میں اور دوسری طرف یورپ میں پھیلتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ آگے لکھتے ہیں "آج میری حیرت زدہ نگاہیں"

دردِ دل

جناب منشی قاسم علی خان صاحب قادیانی کی نظم جو انہوں نے سالانہ جلسہ کے موقعہ پر سنائی

غیر ممکن ہے زباں ہو ترجمانِ دردِ دل۔ حرف راز کی ہی درمیانِ دردِ دل
کیا خبر بے درد کو کیسی ہے شانِ دردِ دل۔ سنئے اہل درد سے کچھ داستانِ دردِ دل
ہے یہی معیارِ دردِ دل نشانِ دردِ دل۔ دردِ دل پیدا ہو سن کر بیانِ دردِ دل
دل فدا اس پر بچھایا جس نے خوانِ دردِ دل۔ جان قربانِ محمدؐ جو ہے جانِ دردِ دل
مدعی دردِ دل لاکھوں ہیں دنیا میں مگر۔ ہے غلامیٔ محمدؐ امتحانِ دردِ دل
قتلِ عشاقِ محمدؐ شاہدِ حسنِ ازل۔ قطرہ قطرہ خون کا ہے نشانِ دردِ دل
ذکرِ قرنی و ابی بکر و بلالؓ بوتراب۔ کچھ عیاں کرتا ہے تاریخ داستانِ دردِ دل
ہو گئے اسی حرم محترم کعبہ میں قاتل سے قتیل۔ چشم حضرت سے جو نکلا کاروانِ دردِ دل
قطرہ ہائے خونِ عثمان غنیؓ سے پوچھئے۔ لذتِ زخمِ جگر لطفِ سنانِ دردِ دل
کاشفِ دردِ نہاں قتلِ شہیدِ کربلا۔ ہے دہانِ زخم میں گویا زبانِ دردِ دل
اس طرف آئیں کہ ہر پیاسا لبانِ دردِ دل۔ قادیاں میں اب کھلا ہے گلستانِ دردِ دل
دیکھ لے دردِ غلام احمدؑ والا اگر... یہ زمیں بن جائے اٹھ کر آسمانِ دردِ دل
ہے نمونے کی اگر حاجت تو لیجے دیکھئے۔ باوفا ہوتے ہیں ایسے عاشقانِ دردِ دل
ذرہ ہائے خونِ افغانی شہیدانِ وفا۔ بن رہے ہیں چرخ فلک پر کہکشانِ دردِ دل
مولوی سید جناب حضرت عبداللطیف۔ مولوی نعمت اللہ خان جوانِ دردِ دل
مولوی عبدالحلیم و قاری نور علی۔ جن کے لب تک بھی نہیں آیا فغانِ دردِ دل
جسم پر کھا کھا کے پتھر جان نذرِ درد کی۔ اور دکھائی صبر خاموشی سے آنِ دردِ دل
اہلِ دل پر سنگ باری رنگ لائی آخرش۔ قصرِ شاہی تک ہے ہا مکانِ دردِ دل
دردِ دل والوں کے جسمِ زار کا دیکھو اثر۔ بن گیا ہر سنگ ریزہ لعل کانِ دردِ دل
بعض نے پتھر جو مارا دل بھی ہاتھوں سے گیا۔ قادیاں لایا انہیں سحر نہانِ دردِ دل
اور بھی ان کے سوا جاں بازِ راز دار ہیں۔ گوشِ عبرت کو یہ کافی ہے بیانِ دردِ دل
الغرض جز احمدیت اب نہیں ملتا خدا۔ اس کے ہی بازار میں ہے یہ دکانِ دردِ دل
قادیانی سب یہ فیضِ حضرت محمود ہے۔ ورنہ اے بے درد تو ہو رازدانِ دردِ دل

اخبار الفضل قادیان دارالامان ۔ مورخہ یکم جنوری سنہ ۶
نمبر ۸، جلد

تہذیب و تمدّن

جناب مفتی محمد صادق صاحب کی تقریر جو انہوں نے جلسہ سالانہ پر کی

تعریف تہذیب

تہذیب ایک عربی لفظ ہے۔ بلحاظ لغت زینت صفائی۔ عمدگی ترقی اور سرعت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ھذب الرجل طھر اخلاقہ مما یعیبھا۔ ایک شخص مہذب ہوگیا۔ یعنے اس کے اخلاق پاکیزہ ہوگئے۔ الاھذاب والتھذیب دالاسراع فی الطیران والعدو والکلام تہذیب کے معنے ہیں۔ اڑنے۔ دوڑنے اور کلام میں تیز رفتاری کرنا کلامٌ مھذبٌ وشعرٌ مھذب خالص مما یعیبہ فی نظر الفصحاء ایسا کلام اور ایسے اشعار جو فصیح اصحاب کی نگاہ میں عیب سے پاک اور صاف ہو۔ وہ مہذب کلام کہلاتا ہے۔ یہ تو لغوی معنے ہوئے اصطلاحاً تہذیب اس ترقی کا نام ہے۔ جو انسان اپنی انفرادی بہبودی۔ خوشحالی اور زیب و زینت میں کرتا ہے۔ یا جو اجتماعی تعلقات میں باہمی امن اور خوشگواری کے حصول کے واسطے ایجاد و اختراع کرتا ہے۔

تعریف تمدن

ایسا ہی تمدن بھی ایک عربی لفظ ہے۔ اور دان سے مشتق ہے۔ جس کے معنے ہیں قریب نزدیک ہوا۔ اس مادے سے دنیا کا لفظ نکلا ہے۔ جو کہ نقیض الآخرۃ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ دنیا قریب کی چیز کو کہتے ہیں۔ چونکہ دنیا کے فوائد اور لذات قریب ہیں اور جلدی حاصل ہوتے ہیں۔ اور جلدی ہی ختم ہو جاتے ہیں۔ بالمقابل دین کے برکات اور فوائد کے جن کے حاصل کرنے میں دقت اور محنت درکار ہے۔ مگر وہ دیرپا اور مستقل ہوتے ہیں اس لئے اس عالم کو دنیا کہتے ہیں۔ تمدن الرجل تخلق باخلاق اہل المدن وانتقل من الخشونۃ والجبیۃ والجبل الی حالت الظرف والانس والمعرفۃ عربی زبان میں کسی شخص کے متعلق یہ کہنا۔ کہ وہ متمدن ہوگیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہوتی ہے۔ اس میں سختی اور روکھاپن اور جہالت نہیں رہی۔ بلکہ اس میں نرمی اور انس اور واقفیت پیدا ہوگئی ہے۔ جیسا کہ شہری لوگوں میں ہوتی ہے

مجھے یاد ہے ایک دفعہ گورداسپور میں ایک پنڈت صاحب جو زبان سنسکرت کے ماہر تھے۔ حضرت مسیح موعود سے ملنے آئے۔ وہ آپ کے پرانے واقفوں میں سے تھے حضور نے ان سے دریافت کیا۔ کہ کیا اب آپ اپنے گاؤں میں نہیں رہتے۔ پنڈت صاحب نے جواب میں عرض کیا۔ کہ میں نے اپنی سنسکرت کی کتابوں میں پڑھا ہے۔ کہ گاؤں میں رہنے سے آدمی مورکھ ہو جاتا ہے۔ اس واسطے میں نے اپنی رہائش گاؤں سے بدل کر شہر گورداسپور میں اختیار کی ہے گاؤں کے لوگ چونکہ شہر سے دور ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی خبریں اور حالات اور ایجادات اور تہذیبی ترقیات سے بے خبر رہتے ہیں۔ اس واسطے رفتہ رفتہ ان کے معلومات بہت کم ہو کر تمدن و تہذیب کی رفتار میں شہریوں سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اصحاب کو زراعت و زمینداری میں پڑنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ اگرچہ ابتداءً ایک زمین کا مالک بطور رئیس اپنے مزارعوں اور خادموں سے سب کام کراتا۔ اور نواب یا لارڈ بن جاتا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ اسے اور اس کی اولاد کو اس زمین کی بہتری کی طرف ایسا کھینچتا ہے۔ کہ اسے خود اپنی زمین پر موجود رہنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جیسا کہ پنجابی میں مثال ہے۔ کہ کھیتی خصماں سیتی۔ یعنی مالک خود زمین پر رہے تب فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اور یہ شخصی توجہ زیادہ بڑھ کر مالک زمین کو ایک وقت خود ہل چلانے اور آپ زراعت کرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ جس سے وہ مٹی میں ملکو مٹی ہو کر رہ جاتا ہے۔ نیز زمین کے ساتھ ایک انس پیدا ہو جاتا ہے۔ چونکہ صحابہ کو مشنری اور مبلغ بن کر تمام دنیا میں پھیلنا تھا۔ اس واسطے ان کے لئے یہ مناسب نہ تھا۔ کہ کسی خاص زمین کے ساتھ انس و محبت پیدا کر کے وہیں کے ہو رہتے۔

مدینہ اور قریہ

لفظ مدینہ بھی اسی مادہ دان سے نکلا ہے۔ کیونکہ اس میں لوگ ایک دوسرے کے قریب قریب رہتے ہیں۔ جہاں ہر وقت ملنے جلنے کا موقعہ ملتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک دفعہ سیر کو جا رہے تھے۔ سامنے ایک گاؤں آیا۔ تو فرمایا کہ گاؤں کو عربی زبان میں قریہ کہتے ہیں۔ مدینہ نہیں کہتے۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ لفظ قریہ قریٰ سے نکلا ہے جس کے معنی مہمان نوازی کے ہیں۔ گاؤں کے لوگ مہمان نواز ہوتے ہیں۔ کوئی مسافر آ جائے۔ واقف ہو یا نہ ہو اس کے کھانے چارپائی اور بستر ے کا انتظام کر دیتے ہیں برخلاف شہریوں کے کہ وہ مہمان نواز نہیں ہوتے۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے۔ کہ گاؤں میں کبھی کبھی کوئی مسافر آتا ہے۔ اس کی مہمان نوازی آسان ہوتی ہے۔ شہروں میں مثلاً امرتسر کے شہر میں روزانہ قریباً پچاس ٹرینوں سے اترنے والے آدمی داخل ہوتے ہیں۔ شہر والے کس کس کی مہمانی کریں۔ اس مہمانوں کی آمد میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے قادیان شہروں سے بھی بڑھ گیا ہے۔ اس کثرت سے احباب آتے ہیں۔ اور سب ایسے عزیز ہوتے ہیں۔ کہ ان کی مہمان نوازی کی جائے۔ مگر یہ امر مہاجرین کی شخصی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ اس واسطے اللہ تعالےٰ نے یہاں مسیح کا لنگر قائم کر دیا ہے۔ تاکہ سب لوگ اس میں آرام پائیں اور فائدہ اور برکت حاصل کریں۔

آج کل کے نوجوانوں کی تہذیب

یہ تعریف تہذیب و تمدن کی ہے۔ لیکن ہر قوم بلکہ ہر شخص کے نقطۂ نگاہ سے تہذیب و تمدن کے الگ معنے ہیں۔ آج کل کے بعض شتر مرغ نیم انگریزی خواں نوجوان یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ داڑھی مونچھ منڈوا لیں۔ اور بال کچھ بڑے کچھ چھوٹے کٹوا لیں۔ اور کالر ٹائی لگا لیں اور کوٹ پتلون پہن لیں۔ اور اپنے ہم وطنوں کو حقیر سمجھنے لگ جائیں تو بس وہ مہذب ہو جائیں گے۔ حالانکہ تہذیب کسی ظاہری طرز رہائش کا نام نہیں۔ بلکہ انسان کی اخلاقی اور روحی ترقی میں تہذیب کا راز مضمر ہے۔ ہنود اپنی پرانی تہذیب کا بہت فخر کرتے ہیں۔ مگر بابر جب ہندوستان میں داخل ہوا۔ تو اسے بہت مایوسی ہوئی۔ چنانچہ وہ اپنی تزک میں لکھتا ہے۔ ہندوستان بھی کیا ملک ہے۔ اسپ خوب نے۔ گوشت خوب نے۔ انگور و خربزہ و میوہ ہائے خوب نے۔ یخ و آب سرد نے۔ حمام و مدرسہ نے۔ شمع و مشعل نے۔ شمع دان نے۔ در باغ و عمارت ہائے آب رواں نے۔ رعیت و مردم تمام پائے برہنہ می گردند۔ لنگوٹہ گفتہ یک چیز می بندند۔ زناں آں خود یک لنگے بستہ اند نصف آں را در کمر بستہ اند و نصف دیگر را بر سر خود انداختہ (تزک بابر)

ضرورت تہذیب و تمدن

تعریف الفاظ کے بعد سب سے اول یہ دیکھنا ضروری ہے کہ آیا تہذیب و تمدن کی کوئی ضرورت بھی ہے۔ کیا یہی بہتر نہ ہوگا۔ کہ ہر ایک انسان فرداً فرداً اپنی جگہ اپنے طور پر ایک آزادانہ زندگی بسر کرے اور دوسروں کے ساتھ مل کر مہذبانہ اور تمدنی زندگی کی بندشوں اور قانونی حدبندیوں اور باہمی تعلقات کی قیود سے اپنے آپ کو علیحدہ رکھے۔ اور اس طرح سے جو چاہے سو کرے۔

انگلستان میں ایک نوجوان لیڈی زیر تبلیغ تھی۔ جو بہا کرتی

تھی۔ کہ شادی کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔ اور شادیاں نہیں ہونی چاہئیں۔ یہ خواہ مخواہ کی بندش ہے۔ میں نے [illegible] سے سمجھاتے ہوئے کہا۔ کہ اگر دنیا میں شادیاں نہ ہوتیں تو تمہارا وجود ہی دنیا میں نہ ہوتا۔ انسان طبعاً متمدن پیدا ہوا ہے۔ اور اجتماعی حالت اس کی زندگی کا جزو لازمی ہے۔ وحشی سے وحشی انسان جو پہاڑوں اور جنگلوں اور صحراؤں میں رہتے ہیں۔ کوئی کپڑے نہیں پہنتے۔ پہاڑوں کی غاروں اور درختوں کی کھوؤں میں زندگی بسر کر لیتے ہیں۔ وہ بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ میل جول کے اجتماعی تعلقات ایک گونہ مدنیت کا رنگ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ خواہ وہ کتنا مختصر اور کمزور رنگ ہو۔ کوئی شخص اگر بندروں اور حیوانوں کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں ننگا پھرے۔ اور خود رو درختوں کے پھلوں پر ہی گذارا کرے۔ تب بھی وہ اپنی حالت میں ایسا آزاد نہیں ہو سکتا کہ جس کو چاہے مار ڈالے اور جس کے آشیانے پر چاہے قبضہ کرے۔ بلکہ اسے بھی اپنی اور دوسروں کی حفاظت جان اور مال کے واسطے اوروں کے ساتھ کسی سمجھوتہ پر زندگی بسر کرنی ہوگی۔ یہی سمجھوتہ تمدن کی ابتدائی بنیاد رہا ہے۔

افراد کی آزادی کو کیوں محدود کیا جائے اور کن اصول پر

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک انسان طبعاً آزاد پیدا ہوا ہے اور کسی کا حق نہیں کہ اسے اپنا غلام بنائے۔ اور اپنی مرضی کے ماتحت مجبور رکھے۔ لیکن ایک انسان کے جن اعمال اور افعال کا اثر دوسرے انسانوں کی عزت۔ جان اور مال پر پڑ سکتا ہے۔ ان میں ضروری ہے۔ کہ وہ ان قواعد کا پابند اور مقید ہو جو امن عامہ کے قیام کے واسطے اجتماعی طور پر سب کے واسطے بنائے جائیں اور جاری کئے جائیں۔ بہت سے جابر حکمرانوں نے اپنی رعیت کے افراد پر ایسے بوجھ ڈالے اور ایسی جکڑ بندیاں کیں۔ جن کا حق انہیں نہ تھا۔ اللہ تعالےٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں فرماتا ہے۔ کہ وہ دنیا میں اس لئے آئے ہیں۔ کہ یضع عنھم اصرھم و الاغلال التی کانت علیھم ۔ لوگوں کے بوجھ اتار دیں۔ اور ان کی بیڑیاں کاٹ ڈالیں۔ پھر فرمایا۔ وما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج ۔ اللہ تعالیٰ کا یہ منشا نہیں۔ کہ تمہیں تنگی و تکلیف میں ڈالے۔

فرضی پیدائشی قیود سے آزادی

انسانی مساوات اور پیدائشی آزادی کے قیام کے واسطے اسلام نے فرضی پیدائشی فخروں کو اس حکم کے ساتھ بالکل مٹا دیا ہے۔ کہ قبیلوں کے نام محض شناخت کے واسطے ہیں۔ ایک دوسرے پر فوقیت کے لئے نہیں۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم اللہ تعالیٰ کے ہاں بزرگ وہی ہے۔ جو زیادہ متقی ہے۔ خاندانی۔ ملکی۔ قومی اور مالی امتیازات کوئی شے نہیں ہر شخص آزاد ہے۔ کہ تقویٰ کے ذریعہ سے اعلیٰ مدارج حاصل کرے اس طرح اسلام انسان کی انفرادی آزادی کو دنیا میں قائم کرتا ہے۔ اور ایسے بے جا بندشوں اور قیود سے جو انسانوں نے نادانی کے ساتھ اپنے پر یا اپنے دوسرے بنی نوع پر لگا رکھی ہیں ان سے آزاد کرتا ہے۔

مذہبی آزادی

سب سے اول کلمہ لا الٰہ الا اللہ ۔ انسان کو تمام بتوں بھوتوں۔ ملائکہ۔ بادشاہوں اور عناصر کی عبادت کی قید سے آزاد کرتا ہے۔ انسان کسی کی عبادت کے واسطے مقید نہیں۔ صرف اللہ کی عبادت کافی ہے۔ پھر اسلام ان الحکم الا للہ ۔ کا فرمان جاری کر کے افراد انسانی کو ان تمام قیود سے آزاد کرتا ہے جو خلاف احکام الٰہی دنیوی حکام نے اپنے ہم جنسوں کے گلے میں ڈال رکھی ہیں۔ لا اکراہ فی الدین ۔ کا فرمان جاری کر کے تمام دنیا کے انسانوں کو ان کے مذہب اور خیالات کے اظہار میں آزاد کر دیا ہے۔

افرادی حقوق انسانی کے متعلق جو اعلان وقتاً فوقتاً فرمائے ان مبادیات کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ انسان آزاد پیدا ہوتا ہے اور آزادی ہی کے لئے زندہ رہتا ہے۔ تمام انسان بلحاظ حقوق ساوی ہیں۔

حقوق طبعی میں آزادی

حقوق طبعی چار سمجھے گئے ہیں۔ حریت۔ تملک۔ امن اور مقاومت۔ حریت کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان کو قدرت حاصل ہو کہ ہر اس کام کو کر سکے جسے بغیر کسی دوسرے کو نقصان پہنچائے وہ کر سکتا ہے۔ تملک سے مراد اپنی ملکیت صحیح قانونی کے قبض و تصرف کے کامل حق کا ملنا ہے یعنی ہر شخص اپنے املاک کا مالک ہو اور کوئی اس سے چھین نہ سکے۔ امن سے مقصود یہ ہے۔ کہ ہر شخص اپنی جگہ پر محفوظ و بے خطر ہو۔ اور صرف قانون کی خلاف ورزی ہی ایک صورت ایسی ہو۔ جو اس کے امن میں خلل ڈال سکے۔ مقاومت سے مقصود جور و ظلم اور حملہ و اقدام مجرمانہ کی مقاومت ہے۔ یعنی ہر شخص اپنی حفاظت کے وسائل اختیار کرنے کی قدرت رکھتا ہو۔ ظلم و جور کے خلاف احتجاج کر سکے۔

قانون ارادہ عامہ کا مظہر ہے۔ پس ہر وطنی کو حق ہو کہ وہ ذاتی طور پر یا بتوسط وکلا مجلس قانون سازی میں شریک ہو سکے ہر وطنی کے لئے ممکن ہو۔ کہ وہ بڑے سے بڑے عہدے حسب استعداد حاصل کر سکے۔ تاکہ وہ بلحاظ وطنی ہونے کے یکساں حکم سے موثر ہو۔

کسی انسان کے لئے کسی حالت میں جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے انسان کو قید کر سکے یا اس سے اور کوئی ایسا سلوک کر سکے۔ مگر ان صورتوں میں جو قانون نے مقرر کر دی ہوں کسی شخص کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنی رائے کے اظہار سے روکے اگرچہ وہ عام اعتقادات کے خلاف ہو البتہ اس صورت میں اس کا اظہار روکا جا سکتا ہے جب وہ قانون کے لحاظ سے امن عامہ کے لئے مضر ہو۔ ہر وطنی کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنی رائے و فکر کے مطابق گفتگو کرے اور لکھے پڑھے یا شائع کرے۔

یورپ نے جو قوانین حریت بنائے ہیں۔ وہ صرف قومی ہیں لیکن اسلام نے اس حریت میں سارے جہان کو شامل کیا ہے۔ وما ارسلناک الا کافۃ للناس ۔ تجھے تمام انسانوں کے واسطے بھیجا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ۔ تجھے کسی خاص ملک یا خاص قوم کے لئے نہیں۔ بلکہ تمام جہانوں کے واسطے رحمت کر کے بھیجا گیا ہے۔

اخلاقی۔ روحانی اور سیاسی قوانین کی مداخلت انفرادی زندگی میں

قوانین کے کئی اقسام ہیں۔ اور ان سب کی پابندی انسان پر لازمی ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے اعتراضاً کہا۔ کہ قرآن تو ایک بڑی ضخیم کتاب ہے۔ اتنی بڑی کتاب کوئی کس طرح پڑھے۔ یاد رکھے اور اس پر عمل کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا اچھا صاحب جس شہر میں آپ رہتے ہیں۔ وہاں میونسپل کمیٹی ہے۔ یا نہیں۔ معترض نے کہا ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر کیا جو میونسپلٹی کے تمام قوانین اور قواعد اور ریزولیوشن جو وقتاً فوقتاً پاس ہوتے رہتے ہیں۔ آپ کو ان سب کی پابندی کرنی پڑتی ہے یا نہیں۔ معترض نے کہا بے شک کرنی پڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تو وہ سب آپ کی گردن پر ہوئے۔ اب فرمائیے ضابطہ فوجداری کے آپ پابند ہیں۔ یا نہیں اور ضابطہ دیوانی کے ماتحت آپ کو چلنا پڑتا ہے یا نہیں۔ معترض نے کہا۔ ہاں چلنا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا پھر قوانین پولیس۔ قوانین ریلوے قوانین انکم ٹیکس۔ اور دیگر قوانین جو گورنمنٹ۔ اور سوسائٹی کی طرف سے بنتے رہتے ہیں کیا ان سب کے آپ تابع ہیں یا نہیں۔ اور ان کی جلدوں کی ضخامت قرآن شریف سے کتنے [illegible] اس پر معترض بہت ہی شرمندہ ہوا۔ اور خاموش رہا

غرض قوانین کے بہت سے اقسام ہیں۔ مگر اس مضمون میں ہم انہیں تین حصوں پر منقسم کرتے ہیں۔ یعنی سیاسی۔ اخلاقی اور روحانی قوانین

سیاسی قانون

دنیاداروں کے سامنے سب سے زیادہ نمایاں اور قابل توجہ سیاسی قانون ہے۔ جو حکومت ملک بناتی ہے اور وہ قانون افرادی آزادی کو محدود کرتا ہے۔ اور اس پر قیود اور پابندیاں عائد کرتا ہے۔ لیکن سیاست کو یہ حق نہیں۔ کہ انسان احساسات و مشاعر تصورات و اعتقادات۔ جذبات و خیالات اور اس کی قوت ارادی میں مداخلت کرے ان پر روک ڈال دے۔ اور اصولاً اس خیال کو ہم یوں ظاہر کر سکتے ہیں۔ کہ سیاست کو یہ حق نہیں۔ کہ کسی شخص کی اس آزادی کو تلف کرے۔ جس کے قائم رہنے سے اجتماع کے دیگر افراد کے حقوق تلف نہیں ہوتے۔ مثلاً سیاست کا یہ کام ہے کہ وہ ایسا قانون بنائے۔ کہ کوئی شخص حق نہیں رکھتا۔ کہ کسی دوسرے شخص کو قتل کرے۔ اگرچہ وہ دوسرا شخص اپنے جرائم کے لحاظ سے اس کے خیال میں واجب القتل ہی ہو۔ بلکہ اسے چاہیئے۔ کہ اس کے ایسے جرائم کے معاملہ کو عمال وقت کے سپرد کرے۔ اور وہ اگر چاہیں۔ تو اسے ایسی سزا دیں۔ لیکن سیاست کا یہ حق نہیں۔ کہ وہ کسی شخص کی آزادی خیال پر قیود عائد کرے۔ کہ کوئی شخص اس قسم کے خیالات ظاہر کرے اور اس قسم کے خیالات ظاہر نہ کرے۔ ایسا ہی سیاست کا یہ حق نہیں۔ کہ کسی شخص یا قوم کے مذہب میں مداخلت کرے۔ کہ لوگ یہ مذہب اختیار کریں۔ یا وہ مذہب ترک کر دیں۔ ایسا ہی سیاست کا یہ حق نہیں۔ کہ کسی شخص کی اپنی یا اس کے اہل و عیال کی طرز تعلیم یا تربیت میں مداخلت کر کے اسے مجبور کرے۔ کہ کن علوم کو وہ سیکھے۔ اور کن علوم کو وہ نہ حاصل کرے۔

اخلاقی قانون

دوسری قسم قوانین کی اخلاقی ہے۔ اخلاقی قانون اگرچہ سیاسی قانون کی طرح جبریہ نہیں ہوتا۔ تاہم اجتماعی تعلقات سے انسان ایک گونہ مجبور ہوتا ہے۔ کہ اپنی عزت اور وقار کے قیام کے واسطے ان پر عملدرآمد کرے۔ اخلاقی قانون کا بنانا سیاست کا کام نہیں۔ بلکہ قوم اور ملک کے دانا لوگ اپنے خیالات کے اظہار سے اور اپنے طریق عمل سے اخلاقی قانون کو قوم اور ملک کے اندر رواج دیتے ہیں۔ اس میں وہ تمام باتیں شامل ہیں۔ جو اخلاقاً انسان کو اختیار کرنی پڑتی ہیں۔ مثلاً اگرچہ اس کے واسطے کوئی تحریری قاعدہ نہ ہو۔ مگر ناظمان جلسہ کا یہ فرض ہے۔ کہ جو بھائی دور و نزدیک سے سفر کی صعوبتیں اٹھا کر سالانہ جلسہ کے واسطے تشریف لاتے ہیں۔ ان کو ہر طرح سے آرام پہنچانے کی کوشش کریں۔ ان کا اسٹیشن پر استقبال کریں۔ ان کے اسباب کو جائے قیام پر پہنچانے کا انتظام کریں۔ ان کے واسطے مکانات کو گرم رکھنے۔ تازہ اور عمدہ کھانا وقت پر طیار کرانے وغیرہ کا انتظام کریں۔ ان کے ساتھ خندہ پیشانی سے ملیں۔ اور ان کی ضرورتوں کو دریافت کرتے رہیں۔ ایسا ہی جلسہ پر آنے والے احباب کا یہ اخلاقاً فرض ہے۔ کہ وہ یہ خیال رکھیں۔ کہ بیس پچیس ہزار کے مجمع میں یہ ناممکن ہے۔ کہ ہر شخص کی تمام ضرورتیں باسانی پوری ہو سکیں۔ لہذا وہ ناظمان جلسہ کی مشکلات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی فروگزاشتوں پر چشم پوشی سے کام لیں

اخلاقی قانون کی بنا در اصل انسان کی اپنی افرادی آزادی کے احساس اور فہم پر ہے۔ جب انسان اس امر کو سوچتا ہے۔ کہ وہ ایک آزاد مخلوق ہے۔ اور اس کے ساتھ اپنی اجتماعی ضرورتوں کو محسوس کرتا ہے۔ تو اپنے اور دوسرے انسانوں کے درمیان ایک معقول اور مناسب سمجھوتہ کرنے کی اس کے دل میں ایک طبعی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور اسی سے وہ اخلاقی قوانین کی بنیاد ڈالتا ہے۔ انسان کی کیفیت و قوتی اور حالت شعوری خود اسے اس امر کی طرف لاتی ہے۔ کہ وہ اخلاقی قوانین بنائے

روحانی قانون

تیسرے قوانین روحانی ہیں۔ جو اگرچہ سیاسی قانون کی طرح جبریہ نہیں۔ اور اخلاقی قوانین کی طرح دانایان قوم کے مروج کردہ نہیں۔ مگر اپنی قوت عمل میں ان ہر دو سے بڑھ کر ہیں اس خیال کو میں ایک عملی مثال سے واضح کرتا ہوں۔ جن دنوں میں ملک امریکہ میں داخل ہوا۔ انہی ایام میں امریکہ کی سینیٹ نے Laws of prohibition جاری کیا تھا۔ یعنی شراب کی ممانعت کا قانون۔ جس کے رو سے شراب کا بنانا اور فروخت کرنا منع ہو گیا تھا۔ میں اپنے لیکچروں میں اس ملک کے مدبران کی تعریف کرتا تھا۔ کہ انہوں نے ایک مضر اور انسانی جسم اور روح کو نقصان پہنچانے والی چیز کو اپنے ملک سے خارج کر دیا اور بڑی جرأت کے ساتھ اس کی ممانعت کا قانون جاری کر دیا۔ حالانکہ وہاں کی حکومت کو ایسا قانون جاری کرنے سے لاکھوں نہیں کروڑوں روپیہ سالانہ ٹیکس کا نقصان تھا۔ مگر حکومت نے اس نقصان کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور قانون جاری کر دیا۔ یہ بہت ہی قابل تعریف بات تھی۔ لیکن اہل امریکہ کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ اس خوبی کو اختیار کرنے میں مسلمانوں سے ۱۳۰۰ سال پیچھے ہیں۔ کیونکہ آج سے ۱۳۰۰ سال قبل حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے اول دنیا میں امتناع شراب نوشی کا قانون جاری کر کے دنیا پر ایک بڑا بھاری احسان کیا

دوسری بات اس بارے میں اہل امریکہ کے سامنے میں یہ پیش کیا کرتا تھا کہ دیکھو جس بات کو تمہارے بڑے بڑے سائنس دانوں نے اپنی شاندار لیبارٹریوں کے تجربات سے اور ملکی اعداد و شمار کے نتائج سے اور جیوں اور قانون سازوں کے فیصلہ جات سے صدہا سال کے غور و پرداخت کے بعد طے کیا ہے۔ وہی بات ہے۔ جس کو عرب کے ایک سیدھے سادھے انسان نے جس کے پاس نہ Laboratories تھیں اور نہ Statistics تھیں سادگی سے کہہ دیا یہ اس امر کا ثبوت ہے۔ کہ وہ جو کچھ کہتا تھا۔ انسانی طاقت سے نہ کہتا تھا۔ بلکہ خدائی طاقت سے کہتا تھا۔ خدائے علیم و خبیر و عالم الغیب کا کلام اس کے مونہہ میں تھا۔ وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ

تیسری بات۔ جو اس ضمن میں میں اپنے لیکچروں میں بیان کرتا تھا۔ وہ یہ تھی۔ کہ اگرچہ ملک کے احکام نے قانون بنایا مگر باوجود اس قانون کے بن جانے کے پھر بھی شراب پینے والے برابر پیتے ہی تھے۔ میں جب پہلے پہل شکاگو میں گیا تو جیسا کہ وہاں کا رواج ہے۔ میں ایک Family میں بطور کرایہ دار کے رہنے لگا۔ میرا کمرہ الگ تھا۔ مگر میرے کھانے پینے کا انتظام گھر والوں کے سپرد تھا۔ ایک صبح جب میں بریک فاسٹ کے واسطے اپنے کمرے سے نیچے آیا۔ تو میں نے دیکھا کہ گھر کی بڑھیا بہت گھبرائی ہوئی خفگی سے بڑبڑا رہی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے تو اس نے اپنے بوڑھے خاوند کی طرف اشارہ کیا۔ جو سامنے بیٹھا تھا۔ اور کہا دیکھو۔ یہ رات کو شراب پی کر آجاتا ہے اور مجھے تنگ کرتا ہے۔ میں نے تعجب سے کہا۔ میڈم یہ تم کیا کہتی ہو۔ شراب کی تو اس ملک میں ممانعت ہو گئی ہے۔ وہ ہنسی اور اس نے جواب دیا۔ او جنٹلمین آپ تو اجنبی ہیں۔ آپ کو کیا معلوم ہے۔ اب تو پہلے سے بھی زیادہ شراب مل سکتی ہے بشرطیکہ آپ کی جیب میں کافی روپیہ ہو۔ اور آپ کو معلوم ہو۔ کہ وہ خفیہ دوکانیں کہاں ہیں۔ ملک کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے میں اس امر کو واضح کرتا۔ کہ جرائم کو روکنے کے لئے سیاسی قانون میں وہ طاقت نہیں۔ جو مذہبی قانون میں ہے سیاسیات کو خوف صرف ظاہری سزاؤں کے سبب سے ہے۔ مگر مذہبی بات انسان کے دل پر اثر کرتی ہے۔ اور یہی ضرورت مذہب کی ہے امریکہ کے شراب نوشوں کی اس حالت کے مقابلہ میں [illegible] رسول پاک محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب پاک رضی اللہ عنہم کی حالت کو دیکھنا چاہیئے۔ احادیث سے ثابت ہے۔ کہ جب شراب نوشی کی ممانعت کا حکم الٰہی مسجد نبوی میں سنایا گیا۔ تو ایک صحابی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر جاتے ہوئے راستہ میں باآواز بلند یہ اعلان کرتا گیا۔ کہ آج شراب حرام ہو گئی۔ اتفاقاً دو بھائی جو اس وقت گھر میں تھے۔ ایک کمرے کے اندر اور دوسرا باہر تھا۔ باہر والے نے یہ آواز سنی۔ اور اندر والے بھائی کو اطلاع کی۔ کہ ایسی ممانعت کی آواز آئی ہے۔ ہمارے گھر میں بھی ایک مٹکا شراب کا ہے اسے گرا دینا چاہیئے۔ اندر والے بھائی نے کہا۔ ایسی جلدی کیا ہے

ہم جب مسجد میں جائیں گے۔ تو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ حکم کیا ہے۔ پھر واپس آکر اس کی تعمیل کی جائے گی۔ باہر والے بھائی نے کہا یہ ٹھیک نہیں۔ اگر ہم مسجد میں گئے۔ اور دریافت سے معلوم ہوا۔ کہ ایسا ہی حکم ہے۔ اور واپس آکر ہم نے اس مٹکے کو توڑا تو اس حکم کی تعمیل میں ہم اپنے دوسرے صحابی بھائیوں سے پیچھے ہو جائیں گے اندر والے بھائی نے اس کے اس جذبۂ اطاعت و وفاء کی قدر کی اور دونوں بھائیوں نے مل کر اس مٹکے کو توڑ دیا اور ایسے صدہا مٹکے اسی دن توڑے گئے۔ اور شہر کی گلیوں میں شراب بہ رہی تھی۔ حکم کی یہ اطاعت یہ فرمانبرداری۔ اور یہ وفا، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانی طاقت اور قوت تزکیہ کا نتیجہ تھی۔ اس ایک مثال سے ظاہر ہے۔ کہ تہذیب و تمدن کے ملک و قوم میں اجرا اور قیام کے واسطے جو طاقت مذہب میں ہے۔ وہ سیاست میں نہیں۔ اور یہ مذہب اور روحانی قانون کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ روحانی قانون چونکہ دراصل خدا کی طرف سے ہے۔ جو انسان کا خالق۔ مالک اور رب ہے۔ اس واسطے اس قانون میں کوئی ایسا امر نہیں جس کا استثنا ہو سکے بلکہ انسان کو پوری اطاعت نہ صرف غلامانہ اور خادمانہ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر انسان کو کرنی چاہیئے اور روحانی قیود حقیقتاً انسان کو سچی آزادی بخشتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

بروئے تو کہ رہائی درین گرفتار لیست

تمدن اسلامی اور موجودہ مغربی تمدن

میرے آج کے لیکچر کے واسطے جو عنوان نظارت دعوت و تبلیغ کی طرف سے قائم ہوئے ہیں۔ ان میں تمدن اسلامی۔ اور موجودہ تمدن ممالک مغربیہ کی بحث شامل نہیں ہے۔ تاہم اختصاراً میں اس کے متعلق اتنا عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ جیسا کہ بعض مغربی لوگوں کا خیال ہے تمدن صرف مادیت کا نام نہیں۔ بلکہ مادیت بغیر روحانیت کے بجائے کسی فائدہ کے نسل انسانی کے واسطے نقصان عظیم کا باعث ہوتی ہے۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ کوئی قوم روحانیت سے خالی ہو کر کبھی صحیح معنوں میں متمدن نہیں بن سکتی۔ اگر اجزائے تمدن میں سے مذہبیت کا عنصر جو دیگر عناصر کا نقطہ ارتباط اور ان کی صحت عمل کا ذمہ وار ہے حذف کر دیا جائے۔ تو تمدن کا ہیولیٰ کبھی اپنی اصلی صورت میں قائم نہیں رہ سکتا۔ اور ایسی حالت میں خود اس کے تمام اجزائے استعماری غیر مربوط ہو کر اس کے استہلاک اور معدومیت کا سبب بن جائیں گے۔ چنانچہ بعینہٖ یہی حالت مغربی تمدن کی بھی ہے۔ گوچہ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ اسباب معیشت میں بہت کچھ آسانیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ مگر عنصر روحی کے منفک ہو جانے کی وجہ سے بالمآل ان کی فائدہ مندی نقصانات عظیمہ کا ماخذ بن گئی ہے۔ مثلاً سائنس کی ترقی سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں۔ کہ اس کی علت غائی کیا ہے۔ تو ہماری تمام خوشیاں افسوس سے بدل جاتی ہیں۔ کیونکہ ان اختراعات روز افزوں کی محرک بنا اس خواہش قہرمانی کے جو ایک کثیر جماعت کی تخریب اور اعدام سے ایک قلیل طبقہ کی تکمیل مقاصد کا سبب بنتی ہے۔ اور کچھ نہیں۔ آج کل صرف وہ قوم جس کے ہاتھ میں زیر دستوں کی تباہی اور بربادی کے بہترین ذرائع موجود ہیں۔ اپنے معاصرین اور ہم چشموں میں متمدن تر سمجھی جاتی ہے؟ [1]

ایک جاپانی کا قول ہے۔ کہ ہماری قوم نے حصول تعلیم کے واسطے مدارس اور کالج جاری کئے اور یونیورسٹیاں بنائیں اور ہماری تعلیمی کوششیں یورپ و امریکہ سے کسی بات میں کم نہ رہیں۔ یورپ امریکہ سے بہتر نہیں تو ان کے برابر ہماری درسگاہیں اور لائبریریاں۔ اور اخبارات جاری ہو گئے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ مگر اہل مغرب نے ہمارا مہذب و متمدن ہونا تسلیم نہ کیا۔ پھر ہماری قوم نے صنعت و حرفت میں اعلیٰ درجہ کی ترقی کی۔ وہ تمام کلیں اور انجن جو یورپ میں چل رہے تھے۔ ان کے مقابلہ میں ہمارے کارخانے کھڑے ہو گئے۔ اور یورپ و امریکہ سے بہتر اشیاء ہم بنانے لگے۔ مگر یورپ نے سر ہلا دیا۔ اور کہا۔ کہ جاپان مہذب اور متمدن ملک نہیں۔ تب ہماری قوم کے تجار تمام ملکوں کو نکل گئے اور اپنی محنت اور حکمت سے انہوں نے دنیا بھر میں تجارتی کاروبار کو فروغ دیا۔ اور بڑے بڑے بنک قائم کئے اور اپنے مال سے بھرے جہاز تمام دنیا کی منڈیوں میں پہنچ گئے۔ اور بہت جگہ یورپین تجارت کو شکست بھی دی مگر کسی نے تسلیم نہ کیا۔ کہ ہم ایک مہذب اور متمدن قوم ہیں۔ بالآخر ہماری قوم نے روسیوں کے ساتھ ایک بری اور بحری جنگ کی اور اس میں ہم روس جیسی عظیم الشان سلطنت پر فتح یاب ہوئے اس فتح کے ساتھ تمام مغرب میں یہ نقارہ بجنے لگا۔ کہ جاپان ایک مہذب قوم اور متمدن سلطنت ہے۔ اس مثال سے ظاہر ہے۔ کہ مغرب میں تہذیب و تمدن کی کیا تعریف ہے۔ اور یہ نتیجہ ہے۔ اس بات کا کہ وہ مادیت میں غرق ہو کر روحانیت سے بے بہرہ ہو رہا ہے۔

صحیح تہذیب وہ ہے۔ جس کے اصول تمدن دین اسلام نے قائم کئے ہیں۔ انسان فطرتاً مدنی الطبع پیدا ہوا ہے۔ اس کی زندگی اسی تک منحصر نہیں۔ بلکہ اپنی ہی نوع کے دیگر افراد کے ساتھ وابستہ ہے۔ ہم قومی۔ ہم ملکی۔ ہم وطنی اور اس قسم کی تمام اصطلاحات جو ان کے حالات اجتماعی کو ظاہر کرتی ہیں ان کی بنا انسان کے مدنی الطبع ہونے پر ہے۔ اور انسان کی ہیئت اجتماعی کا نظام تمام تر مبنی ہے۔ انسان کی قوت تقلید اور اس کی اثر پذیری پر۔

وحشی لوگ جو جنگلوں صحراؤں یا پہاڑوں میں ننگے پھرتے ہیں۔ اور درختوں کے میووں پر گذارا کرتے ہیں۔ ان میں جسمانی قوت۔ دلیری۔ جوانمردی۔ ہمت و جرأت پائی جاتی ہے۔ مگر ان تمام خوبیوں کے باوجود۔ ان میں ایک نمایاں کمی اور خامی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے وہ ہمیشہ غربت اور کمزوری میں رہتے ہیں۔ اور اس کا سبب یہ ہے۔ کہ وہ آپس میں متحد ہو کر کوئی کام نہیں کرتے۔ اور یہی غیر متحد ہونا ان کی ترقیات میں سدراہ ہوتا ہے۔ ان کی حالت ایسی ہے۔ جیسا کہ جنگل کے شیر اور بھیڑیئے وغیرہ باوجود قدرت و قوت دلیری و ہمت کے انسان ضعیف البنیان کمزور اور ناتوان سے مغلوب رہتے ہیں اس حصہ مضمون پر انشاء اللہ مفصل بحث پھر کی جاوے گی۔

[1] تمدن اسلام عبد الباسط

حضرت کرشنؑ کی توہین کے خلاف جلسہ

۲۲ دسمبر بروز جمعرات جماعت احمدیہ رہتک کا ایک غیر معمولی جلسہ زیر صدارت جناب سید محمود احمد شاہ صاحب بی اے منعقد ہوا۔ جس میں مندرجہ ذیل قرار دادیں بالاتفاق آرا پاس ہوئیں

(۱) جماعت احمدیہ رہتک کا یہ جلسہ رسالہ نیرنگ خیال کے سالانہ نمبر میں حضرت کرشن کے متعلق ایک تصویر زیر عنوان ”مکھن کشش“ شائع کرنے پر اظہار نفرت کرتا ہے۔ کیونکہ تصویر مذکور میں حضرت کرشن علیہ السلام کو چوری کرتا ہوا پیش کیا گیا ہے

(۲) یہ جلسہ جناب حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیرنگ خیال کی خدمت میں درخواست کرتا ہے۔ کہ جماعت احمدیہ کے احساسات کا پاس کرتے ہوئے آئندہ اس قسم کی تصاویر کی اشاعت سے پرہیز کریں۔

صاحب صدر نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ اگرچہ اہل ہنود نے اپنے بزرگوں کے متعلق خود اس قسم کے الزامات تراشے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ تمام لغویات میں سے ہیں۔ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مامور چوری کا ارتکاب کرے۔ جماعت احمدیہ زیر آیت و لکل قوم ھاد حضرت کرشن کو خدا تعالیٰ کا سچا مامور یقین کرتی ہے اور اہل ہنود کی بوسیدہ تاریخ پر بہر صورت خدا تعالےٰ کی اس تازہ وحی کو ترجیح دیتی ہے جو اس زمانہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اور جس میں صریح طور پر بتلایا گیا۔ کہ حضرت کرشن خدا تعالےٰ کے سچے مامورین میں سے تھے۔ (سید احمد حسن از رہتک)

خواتین کا جلسہ

خواتین کا جلسہ بھی کامیابی سے منعقد ہؤا۔ جس میں دوسرے اصحاب کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے بھی تقریر فرمائی۔ خود مستورات نے بھی تقریریں کیں۔ اور مرکزی لجنہ اماءاللہ کے زیر اہتمام دستکاری کی کامیاب نمائش بھی ہوئی۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ امسال زنانہ جلسہ گاہ میں بھی سٹیج اور اس کے دونوں طرف گیلریاں بنائی گئیں تھیں بمفصل رپورٹ لجنہ اماءاللہ کی طرف سے موصول ہونے پر شائع کی جائیگی:

خدا تعالےٰ کی تائید و نصرت

غرض خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے جلسہ سالانہ بخیر و خوبی اور ہر لحاظ سے نہایت کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہؤا۔ اتنے بڑے ہجوم کے مقابلہ میں منتظمین اور خدام کی کمی رہائشی مکانوں کی کمی۔ آرام و آسائش کے دوسرے سامانوں کی کمی۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے انتظامات کا نہایت اعلےٰ پایہ کا ہونا۔ اور ہزارہا لوگوں کا ہر طرح اپنے آپکو مطمئن اور با آرام پانا ایک بہت بڑا معجزہ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بہت بڑا نشان ہے۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت کا ہاتھ ہی ہے جو اس بے سر و سامانی کی حالت میں اتنے عظیم الشان ہجوم کے متعلق ہر قسم کے انتظام کا کفیل ہے:

مختصر روئداد جلسہ سالانہ ۱۹۳۲ء

پہلا دن

۲۶؍ دسمبر کو جلسہ سالانہ کا افتتاح فرمانے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز دس بجے کے قریب جلسہ گاہ میں تشریف لائے۔ حاضرین نے پر جوش نعروں سے اپنے مقدس امام و پیشوا کا استقبال کیا۔ تلاوت قرآن مجید کے بعد چوہدری غلام محمد صاحب بی۔ اے مبلغ مارشیس نے نظم پڑھی حضورؑ نے افتتاحی تقریر فرمائی۔ جو اسی پرچہ میں درج ہے۔ پھر حاضرین سمیت لمبی دعا کے ساتھ جلسہ کا افتتاح فرمایا۔ اور تشریف لے گئے۔ اس دن جلسہ کی کارروائی زیر صدارت خان بہادر چوہدری محمد الدین صاحب ممبر کونسل آف سٹیٹ شروع ہوئی۔ جناب چوہدری صاحب موصوف نے کرسی صدارت پر بیٹھتے ہوئے فرمایا۔

یہ عزت جو آج صدارت کی مجھے دی گئی ہے۔ مجھے اس پر بہت فخر ہے۔ میں نے دنیا کے کئی دربار دیکھے۔ اور ان کی صدارتیں کی ہیں۔ بڑے بڑے راجوں مہاراجوں اور نوابوں کے دربار میں شامل ہؤا ہوں۔ لیکن اس دربار میں جو خصوصیت ہے۔ کہ یہ حضرت مسیح موعودؑ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قائم کردہ اور خدا تعالےٰ کے حکم سے قائم کیا گیا ہے۔ اس کی صدارت کی جو عزت مجھے دی گئی ہے۔ اس پر میں فخر کرتا ہوں۔ مجھے اللہ تعالےٰ نے بہت سی عزتیں دی ہیں لیکن یہ ان سب سے بڑی ہے۔ جو آج دی گئی ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ اس نے بہت سی دنیوی آلائشوں کے بعد مجھ کو اپنے خاص فضل سے یہ موقعہ دیا۔ اور میں اس پر فخر کرتا ہوں

ناظر صاحب ضیافت کی قائم مقامی کرتے ہوئے مولوی عبدالسلام صاحب عمر نے خطبہ استقبالیہ پڑھا۔ جناب قاضی محمد اسلم صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے ہستی باری تعالیٰ کے موضوع پر تقریر کی۔ مولوی ظہور حسین صاحب نے مسئلہ خلافت شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا۔ اور پہلا اجلاس نماز ظہر و عصر کے لئے برخواست ہؤا۔

نمازیں حضرت مولوی شیر علی صاحب نے جمع کر کے پڑھائیں اور دوسرا اجلاس خان صاحب ذوالفقار علی خان صاحب کی صدارت میں شروع ہؤا۔ اس میں تلاوت و نظم خوانی کے بعد اسلام اور بالشویزم کے موضوع پر جناب چوہدری فتح محمد صاحب سیال "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلام" پر مولوی غلام احمد صاحب مجاہد اور "مولوی محمد حسین بٹالوی کا انجام" پر میر قاسم علی صاحب نے تقریریں کیں:

دوسرا دن

دوسرے دن کا پہلا اجلاس جناب چوہدری نعمت خان صاحب سینیئر سب جج کی صدارت میں منعقد ہؤا۔ جس میں شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور نے "دیگر مذاہب پر علمی تبصرہ" کیا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے فلسفہ احکام شریعت بیان کیا۔ اور اجرائے نبوت از روئے صحف سابقہ پر مولوی فضل الرحمٰن صاحب حکیم نے تقریر کی۔ اس کے بعد اجلاس برخواست ہؤا۔

نماز ظہر و عصر اکٹھی کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے مسجد نور میں پڑھائیں۔ اور پھر سٹیج پر تشریف لائے۔ تقریر سے قبل حضور کی ایک دلچسپ نظم پڑھی گئی۔ تین بجے کے قریب حضور تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ اور سات بجے تک مختلف اہم امور پر بیش بہا خیالات کا اظہار فرماتے رہے

خوشخبری

تیسرے دن کے پہلے اجلاس کے آخر میں جناب سید زین العابدین صاحب ناظر دعوت و تبلیغ نے یہ خوشخبری سنائی کہ مرزا محمد اسحٰق بیگ صاحب جو محمدی بیگم صاحبہ کے بیٹے ہیں وہی محمدی بیگم صاحبہ جن کے متعلق بدطینت مخالفین بیہودہ اعتراضات کرتے رہتے ہیں۔ جو مرزا سلطان محمد صاحب ساکن پٹی کی اہلیہ صاحبہ ہیں۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی بیعت کی ہے۔ اور ان کی خواہش ہے۔ کہ میں اس کا اعلان جلسہ میں کر دوں۔ احباب دعا فرمائیں خدا تعالےٰ ان کو دینی و دنیوی انعامات عطا کرے:

تیسرا دن

تیسرے دن کا پہلا اجلاس چوہدری ابوالہاشم خان صاحب انسپکٹر آف سکولز بنگال کی صدارت میں شروع ہؤا۔ اور تلاوت و نظم کے بعد "تہذیب و تمدن" کے عنوان سے ڈاکٹر مفتی محمد صادق صاحب نے تقریر فرمائی۔ اور اختتام پر حسب ذیل ریزولیوشن پیش کئے۔ جنہیں ۲۲ ہزار کے مجمع نے باتفاق آراء پاس کیا

ضروری قراردادیں

(۱) مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے مطالبات مسلمانوں کے لئے بہت مفید اور ضروری ہیں۔ اور اس کے خلاف یونٹی کانفرنس الہ آباد کی تجاویز مسلمانوں کے مفاد کے لئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہیں پس ہم حکومت سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ مسلم کانفرنس کے پیشکردہ مطالبات کو ہی مسلمانوں کے صحیح مطالبات سمجھے۔ ہم مسلم کانفرنس کے مطالبات کی تائید میں ہر ایک قسم کی امداد کا وعدہ کرتے ہیں۔

(۲) نیز یہ بھی پاس ہؤا۔ کہ یہ اجتماع ان لوگوں کی مجرمانہ کوششوں کو سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جو حکام اور انگریزوں پر قاتلانہ حملے کرتے ہیں۔ اور ملک میں قانون شکنی اور بے امنی کی رَو پھیلاتے ہیں۔ اگر برطانیہ کو ملک کا دشمن بھی سمجھا جائے۔ تب بھی یہ لوگ ان سے بڑھ کر اپنے ملک کے دشمن ہیں۔ اور یہ جلسہ گورنمنٹ ہند کو یقین دلاتا ہے۔ کہ اس تخویف کی تحریک کے دبانے میں جماعت احمدیہ گورنمنٹ کی ہر ممکن امداد کو تیار ہے:

پھر مولوی جلال الدین صاحب نے وفات حضرت مسیح علیہ السلام کا مسئلہ ایک نئے رنگ میں پیش کیا۔ بعد ازاں قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے مخالفین کے اعتراضات کے جواب دیئے۔ اور اجلاس برخواست ہؤا۔ ظہر و عصر کی نمازیں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے مسجد نور میں پڑھائیں۔ اور پھر تقریر کے لئے سٹیج پر تشریف لائے حضور کی تقریر سے قبل حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب کی ایک نظم ماسٹر محمد شفیع صاحب اسلم نے پڑھی۔ بعد ازاں ایک مصری جرنلسٹ سیاح نے جو اپنے ایک رفیق کے ساتھ جلسہ میں موجود تھے۔ عربی نظم و نثر میں ایڈریس پڑھا۔ جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کی ذات والاصفات سے اظہار عقیدت کی گئی تھی:

عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا۔ اور قادیان ہی سے شائع کیا (ایڈیٹر غلام نبی)